

دراز تک فرعون کو ہدایت فرماتے رہے اور آیات و معجزات دکھاتے رہے مگر اس نے حق کو قبول نہیں کیا بلکہ اور زیادہ اس کی شرارت و سرکشی بڑھتی رہی۔ اور بنی اسرائیل نے چونکہ اس کی خدائی کو تسلیم نہیں کیا اس لئے اس نے اُن مومنین کو بہت زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس دوران میں ایک دم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی اُتری کہ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر رات میں مصر سے ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات میں مصر سے روانہ ہو گئے۔

جب فرعون کو پتا چلا تو وہ بھی اپنے لشکروں کو ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی گرفتاری کے لئے چل پڑا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو بنی اسرائیل فرعون کے خوف سے چیخ پڑے کہ اب تو ہم فرعون کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کی پوزیشن بہت نازک ہو گئی کیونکہ اُن کے پیچھے فرعون کا خونخوار لشکر تھا اور آگے موجیں مارتا ہوا دریا تھا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مطمئن تھے اور بنی اسرائیل کو تسلی دے رہے تھے۔ جب دریا کے پاس پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم اپنی لاٹھی دریا پر مار دو۔ چنانچہ جونہی آپ نے دریا پر لاٹھی ماری تو فوراً ہی دریا میں بارہ سڑکیں بن گئیں اور بنی اسرائیل ان سڑکوں پر چل کر سلامتی کے ساتھ دریا سے پار نکل گئے۔ فرعون جب دریا کے قریب پہنچا اور اس نے دریا کی سڑکوں کو دیکھا تو وہ بھی اپنے لشکروں کے ساتھ اُن سڑکوں پر چل پڑا۔ مگر جب فرعون اور اس کا لشکر دریا کے بیچ میں پہنچا تو اچانک دریا موجیں مارنے لگا اور سب سڑکیں ختم ہو گئیں اور فرعون اپنے لشکروں سمیت دریا میں غرق ہو گیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا کہ

فَلَمَّا تَرَ آءَالَ جَمْعٍ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّ آلَ لِهٰدٍ رٰكُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ

الْبَحْرُ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فَرَقٍ كَالطُّودِ الْعَظِيمِ ۖ وَارْتَفَعَتْ
الْأَخْرَيْنِ ۖ وَانْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۖ ثُمَّ أَغْرَقْنَا
الْأَخْرَيْنِ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ

(پ ۱۹، الشعراء: ۶۱ تا ۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آلیا موسیٰ نے فرمایا۔ یوں نہیں بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جہی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

یہ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس لاشی کے ذریعہ ظاہر ہونے والے وہ تینوں عظیم الشان معجزات جن کو قرآن کریم نے مختلف الفاظ اور متعدد عنوانات کے ساتھ بار بار بیان فرما کر لوگوں کے لئے عبرت اور ہدایت کا سامان بنا دیا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

﴿۲﴾ دوڑنے والا پتھر

یہ ایک ہاتھ لمبا ایک ہاتھ چوڑا چوکور پتھر تھا، جو ہمیشہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جھولے میں رہتا تھا۔ اس مبارک پتھر کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات کا ظہور ہوا۔ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہوا ہے۔

پہلا معجزہ:- اس پتھر کا پہلا عجیب کارنامہ جو درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا وہ اس پتھر کی دانشمندانہ لمبی دوڑ ہے اور یہی معجزہ اس پتھر کے ملنے کی تاریخ ہے۔

اس کا مفصل واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ عام دستور تھا کہ وہ بالکل ننگے بدن ہو کر مجمع عام میں غسل کیا کرتے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہ اسی قوم کے ایک فرد تھے اور

اسی ماحول میں پلے بڑھے تھے، لیکن خداوند قدوس نے اُن کو نبوت و رسالت کی عظمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس لئے آپ کی عصمتِ نبوت بھلا اس حیا سوز بے غیرتی کو کب گوارا کر سکتی تھی۔ آپ بنی اسرائیل کی اس بے حیائی سے سخت نالاں اور انتہائی بیزار تھے اس لئے آپ ہمیشہ یا تو تنہائی میں یا تہبند پہن کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا کہ آپ کبھی بھی ننگے ہو کر غسل نہیں فرماتے تو ظالموں نے آپ پر بہتان لگا دیا کہ آپ کے بدن کے اندرونی حصہ میں یا تو برص کا سفید داغ یا کوئی ایسا عیب ضرور ہے کہ جس کو چھپانے کے لئے یہ کبھی برہنہ نہیں ہوتے اور ظالموں نے اس تہمت کا اس قدر اعلان اور چرچا کیا کہ ہر کوچہ و بازار میں اس کا پروپیگنڈہ پھیل گیا۔ اس مکروہ تہمت کی شورش کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب نازک پر بڑا صدمہ و رنج گزرا اور آپ بڑی کوفت اور اذیت میں پڑ گئے۔ تو خداوند قدوس اپنے مقدس کلیم کے رنج و غم کو بھلا کب گوارا فرماتا۔ اور اپنے ایک برگزیدہ رسول پر ایک عیب کی تہمت بھلا خالقِ عالم کو کب اور کیونکر اور کس طرح پسند ہو سکتی تھی۔ ارحم الراحمین نے آپ کی برأت اور بے عیبی ظاہر کر دینے کا ایک ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا کہ دم زدن میں بنی اسرائیل کے پروپیگنڈوں اور اُن کے شکوک و شبہات کے بادل چھٹ گئے اور آپ کی برأت اور بے عیبی کا سورج آفتابِ عالم تاب سے زیادہ روشن و آشکارا ہو گیا۔

اور وہ یوں ہوا کہ ایک دن آپ پہاڑوں کے دامنوں میں چھپے ہوئے ایک چشمہ پر غسل کے لئے تشریف لے گئے اور یہ دیکھ کر کہ یہاں دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان نہیں ہے، آپ اپنے تمام کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ کر اور بالکل برہنہ بدن ہو کر غسل فرمانے لگے، غسل کے بعد جب آپ لباس پہننے کے لئے پتھر کے پاس پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ پتھر آپ کے کپڑوں کو لئے ہوئے سرپٹ بھاگا چلا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے کہ ثوبی حجر، ثوبی حجر۔ یعنی اے پتھر! میرا کپڑا۔ اے پتھر! میرا

کپڑا۔ مگر یہ پتھر برابر بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ شہر کی بڑی بڑی سڑکوں سے گزرتا ہوا گلی کو چوں میں پہنچ گیا۔ اور آپ بھی برہنہ بدن ہونے کی حالت میں برابر پتھر کو دوڑاتے چلے گئے۔ اس طرح بنی اسرائیل کے ہر چھوٹے بڑے نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سر سے پاؤں تک آپ کے مقدس بدن میں کہیں بھی کوئی عیب نہیں ہے بلکہ آپ کے جسم اقدس کا ہر حصہ حسن و جمال میں اس قدر نقطہ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ عام انسانوں میں اس کی مثال تقریباً محال ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے ہر ہر فرد کی زبان پر یہی جملہ تھا کہ وَاللّٰهُ مَا بُمُوسَىٰ مِنْ بَأْسٍ لِّعَنِ خَدَاكِ قَسَمَ مُوسٰی بِالْكُلِّ هِیَ بَعِیْبٌ هِیْنَ۔

جب یہ پتھر پوری طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت کا اعلان کر چکا تو خود بخود ٹھہر گیا۔ آپ نے جلدی سے اپنا لباس پہن لیا اور اس پتھر کو اٹھا کر اپنے جھولے میں رکھ لیا۔

(بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب ۳۰، ج ۲، ص ۴۴۲، رقم ۳۴۰۴، وتفسیر الصاوی، ج ۵، ص ۱۶۵۹، پ ۲۲، الاحزاب: ۶۹)

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿۶۹﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۶۹)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو

اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی۔ اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

دوسرا معجزہ: ”میدان تہ“ میں اسی پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تھا تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے جس کے پانی کو چالیس برس تک بنی اسرائیل میدان تہ میں استعمال کرتے رہے۔ جس کا پورا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ قرآن مجید کی آیت

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ (پ ۱، البقرة: ۶۰)

میں ”پتھر“ سے یہی پتھر مراد ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ :- معجزات کے منکرین جو ہر چیز کو اپنی ناقص عقل کی عینک ہی سے دیکھا کرتے ہیں۔ اس پتھر سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا محال قرار دے کر اس معجزہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی کہ اتنے چھوٹے سے پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ حالانکہ یہ منکرین اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بعض پتھروں میں خداوند تعالیٰ نے یہ تاثیر پیدا فرمادی ہے کہ وہ بال مونڈ دیتے ہیں، بعض پتھروں کا یہ اثر ہے کہ وہ سرکہ کو تیز اور ترش بنا دیتے ہیں، بعض پتھروں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ لوہے کو دور سے کھینچ لیتے ہیں، بعض پتھروں سے موذی جانور بھاگ جاتے ہیں، بعض پتھروں سے جانوروں کا زہر اتر جاتا ہے، بعض پتھر دل کی دھڑکن کے لئے تریاق ہیں، بعض پتھروں کو نہ آگ جلا سکتی ہے نہ گرم کر سکتی ہے، بعض پتھروں سے آگ نکل پڑتی ہے، بعض پتھروں سے آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے تو جب خداوند قدوس نے پتھروں میں قسم قسم کے اثرات پیدا فرمادیئے ہیں تو پھر اس میں کون سی خلاف عقل اور محال بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پتھر میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر بخش دیا اور اس میں یہ خاصیت عطا فرمادی کہ وہ زمین کے اندر سے پانی جذب کر کے چشموں کی شکل میں باہر نکالتا رہے یا اس پتھر میں یہ تاثیر ہو کہ جو ہوا اس پتھر سے ٹکراتی ہو وہ پانی بن کر مسلسل بہتی رہے یہ خداوند قادر و قدیر کی قدرت سے ہرگز ہرگز نہ کوئی بعید ہے نہ محال نہ خلاف عقل۔ لہذا اس معجزہ پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَأَنَّ مِنَ الْحِجَابِ لَكَايَتَقَجْرٍ مِنْهُ لَا تَهْرُ ۖ وَأَنَّ مِنْهَا لَكَايَسْقُ
فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْبَاءُ ۖ وَأَنَّ مِنْهَا لَكَايَهْبُطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ (پ ۱، البقرة: ۷۴)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو اُن سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

بہر حال پتھروں سے پانی نکلنا یہ روزانہ کا چشم دید مشاہدہ ہے تو پھر بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر سے پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا کیونکر خلاف عقل اور محال قرار دیا جاسکتا ہے۔

﴿۳﴾ میدان تہ

جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور تمام بنی اسرائیل مسلمان ہو گئے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطمینان نصیب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر ارض مقدس (بیت المقدس) میں داخل ہو جائیں۔ اُس وقت بیت المقدس پر عمالقہ کی قوم کا قبضہ تھا جو بدترین کفار تھے اور بہت طاقتور جنگجو اور نہایت ہی ظالم لوگ تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر قوم عمالقہ سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے مگر جب بنی اسرائیل بیت المقدس کے قریب پہنچے تو ایک دم بزدل ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس شہر میں ”جبارین“ (عمالقہ) ہیں جو بہت ہی زور آور اور زبردست ہیں۔ لہذا جب تک یہ لوگ شہر میں رہیں گے ہم ہرگز ہرگز شہر میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تک کہہ دیا کہ اے موسیٰ آپ اور آپ کا خدا جا کر اس زبردست قوم سے جنگ کریں۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ بنی اسرائیل کی زبان سے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا رنج و صدمہ ہوا اور آپ نے باری تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کیا کہ

رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَاَفْرِقْ بَیْنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۵﴾ (پ ۶، المائدہ: ۲۵)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو اُن

بے حکموں سے جدا رکھ۔

اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب و جلال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

فَالَهُمْ مَحْذَرَةٌ عَلَيْهِمْ مُّارٍ بَعِثْنَا سَنَةً يُتِيهِمْ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٦٦﴾ (ب ٦، المائدة: ٢٦)

ترجمہ کنزالایمان:- تو وہ زمین اُن پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم اُن بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ چھ لاکھ بنی اسرائیل ایک میدان میں چالیس برس تک بھٹکتے رہے مگر اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔ اسی میدان کا نام ”میدان تہ“ ہے۔ اس میدان میں بنی اسرائیل کے کھانے کے لئے ”من و سلویٰ“ نازل ہوا۔ اور پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تو پتھر میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے بار بار مختلف عنوانوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ جس میں سے سورہ مائدہ میں یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے جو بلاشبہ ایک عجیب الشان واقعہ ہے جو بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی تعب خیز اور حیرت انگیز داستان ہے مگر اس کے باوجود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت و شفقت بنی اسرائیل پر ہمیشہ رہی کہ جب یہ لوگ میدان تہ میں بھوکے پیاسے ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگ کر اُن لوگوں کے کھانے کے لئے من و سلویٰ نازل کرایا۔ اور پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کر دیئے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صبر اور آپ کے حلم اور تحمل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

﴿۴﴾ روشن ہاتھ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہدایت کے لئے اُس کے دربار میں بھیجا تو دو معجزات آپ کو عطا فرما کر بھیجا۔ ایک ”عصا“ دوسرا ”ید بیضا“ (روشن ہاتھ) حضرت

موسیٰ علیہ السلام اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتے تھے تو ایک دم آپ کا ہاتھ روشن ہو کر چمکنے لگتا تھا، پھر جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال دیتے تو وہ اپنی اصلی حالت پر ہو جایا کرتا تھا۔ اس معجزہ کو قرآن عظیم نے مختلف سورتوں میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ طہ میں ارشاد فرمایا کہ

وَأَضْمُ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجُ بَيْضًا مِّنْ غَيْرِ سَوَاءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٣٣﴾
لِّدُرِيكَ مِنَ الْآيَاتِ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٣﴾ (پ ۱۶، طہ: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ کنز الایمان:۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے ایک اور نشانی کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اسی معجزہ کا نام ”ید بیضاء“ ہے جو ایک عجیب اور عظیم معجزہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے رات اور دن میں آفتاب کی طرح نور نکلتا تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۵۶۳، پ ۱۶، طہ ۲۲)

﴿۵﴾ مِّنْ وَسَلْوٰی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کے افراد کے ساتھ میدانِ تیہ میں مقیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے کھانے کے لئے آسمان سے دو کھانے اتارے۔ ایک کا نام ”من“ اور دوسرے کا نام ”سلویٰ“ تھا۔ من بالکل سفید شہد کی طرح ایک حلوہ تھا۔ یا سفید رنگ کی شہد ہی تھی جو روزانہ آسمان سے بارش کی طرح برستی تھی اور سلویٰ پکی ہوئی بیڑیں تھیں جو دکھنی ہوا کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا شمار کراتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوٰی ﴿۱﴾ (البقرة: ۵۷)

ترجمہ کنز الایمان:۔ اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔

اس من وسلوی کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ حکم تھا کہ روزانہ تم لوگ اس کو کھالیا کرو اور کل کے لئے ہرگز ہرگز اس کا ذخیرہ مت کرنا۔ مگر بعض ضعیف الاعتقاد لوگوں کو یہ ڈر لگنے لگا اگر کسی دن من وسلوی نہ اتر تو ہم لوگ اس بے آب و گیاہ، چٹیل میدان میں بھوکے مرجائیں گے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے کچھ چھپا کر کل کے لئے رکھ لیا تو نبی کی نافرمانی سے ایسی نحوست پھیل گئی کہ جو کچھ لوگوں نے کل کے لئے جمع کیا تھا وہ سب سر گیا اور آئندہ کے لئے اس کا اُترنا بند ہو گیا اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نہ ہوتے تو نہ کھانا کبھی خراب ہوتا اور نہ گوشت سڑتا، کھانے کا خراب ہونا اور گوشت کا سڑنا اسی تاریخ سے شروع ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے نہ کھانا بگڑتا تھا نہ گوشت سڑتا تھا۔

(تفسیر روح البیان، ج ۱، پ ۱، البقرة ۵۷)

﴿۶﴾ بارہ ہزار یہودی بندر ہو گئے

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار آدمی ”عقبہ“ کے پاس سمندر کے کنارے ”ایلہ“ نامی گاؤں میں رہتے تھے اور یہ لوگ بڑی فراخی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا اس طرح امتحان لیا کہ سینچر کے دن مچھلی کا شکار اُن لوگوں پر حرام فرما دیا اور ہفتے کے باقی دنوں میں شکار حلال فرما دیا مگر اس طرح اُن لوگوں کو آزمائش میں مبتلا فرما دیا کہ سینچر کے دن بے شمار مچھلیاں آتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نہیں آتی تھیں تو شیطان نے اُن لوگوں کو یہ حیلہ بتا دیا کہ سمندر سے کچھ نالیاں نکال کر خشکی میں چند حوض بنا لو اور جب سینچر کے دن اُن نالیوں کے ذریعہ مچھلیاں حوض میں آجائیں تو نالیوں کا منہ بند کر دو۔ اور اس دن شکار نہ کرو بلکہ دوسرے دن آسانی کے ساتھ اُن مچھلیوں کو پکڑ لو۔ اُن لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آ گئی اور اُن لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب مچھلیاں نالیوں اور حوضوں میں مقید ہو گئیں تو یہی اُن کا شکار ہو گیا۔ تو سینچر ہی کے دن شکار کرنا پایا گیا جو اُن کے لئے حرام تھا۔ اس

موقع پر ان یہودیوں کے تین گروہ ہو گئے۔

﴿۱﴾ کچھ لوگ ایسے تھے جو شکار کے اس شیطانی حیلہ سے منع کرتے رہے اور ناراض و بیزار ہو کر شکار سے باز رہے۔

﴿۲﴾ اور کچھ لوگ اس کام کو دل سے برا جان کر خاموش رہے دوسروں کو منع نہ کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے۔

﴿۳﴾ اور کچھ وہ سرکش و نافرمان لوگ تھے جنہوں نے حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کی اور شیطان کی حیلہ بازی کو مان کر سنیچر کے دن شکار کر لیا اور ان مچھلیوں کو کھایا اور بیچا بھی۔

جب نافرمانوں نے منع کرنے کے باوجود شکار کر لیا تو منع کرنے والی جماعت نے کہا کہ اب ہم ان معصیت کاروں سے کوئی میل ملاپ نہ رکھیں گے چنانچہ ان لوگوں نے گاؤں کو تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار بنالی اور آمد و رفت کا ایک الگ دروازہ بھی بنالیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر شکار کرنے والوں پر لعنت فرمادی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن خطا کاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا۔ تو انہیں دیکھنے کے لئے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے تو کیا دیکھا کہ وہ سب بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے ہیں۔ اب لوگ ان مجرموں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے پاس آ کر ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زار و زار روتے تھے مگر لوگ اُن بندر بن جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ اُن بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور اس درمیان میں کچھ بھی کھاپی نہ سکے بلکہ یوں ہی بھوکے پیاسے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ شکار سے منع کرنے والا گروہ ہلاکت سے سلامت رہا۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے بچالیا۔

(تفسیر الصاوی، ج ۱، ص ۷۲، پ ۱، البقرة: ۶۵)

اس واقعہ کا اجمالی بیان تو سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً
خَاسِيْنَ ﴿٦٥﴾ (پ ۱، البقرة: ۶۵)

ترجمہ کنز الایمان:۔۔ اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں کے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔

اور مفصل واقعہ سورہ اعراف میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور ان سے حال پوچھو اس بستی کا کہ دریا کنارے تھی۔ جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھتے۔ جب ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ان کے سامنے آتیں اور جو دن ہفتے کا نہ ہوتا نہ آتیں اس طرح ہم انہیں آزماتے تھے ان کی بے حکمی کے سبب اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا۔ بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کو اور شاید انہیں ڈر ہو پھر جب وہ بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچائے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے۔ اور ظالموں کو بُرے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔

(پ ۹، الاعراف: ۱۶۳ تا ۱۶۶)

درس ہدایت:۔۔ معلوم ہوا کہ شیطانی حیلہ بازیوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانیوں کا انجام کتنا برا اور کس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ اور خدا کے نبی جن بد نصیبوں پر لعنت فرمادیں وہ کیسے ہولناک عذاب الہی میں گرفتار ہو کر دنیا سے نیست و نابود ہو کر عذاب نار میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور دونوں جہاں میں ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

اصحابِ ایلہ کے اس دل ہلا دینے والے واقعہ میں ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کا سامان ہے۔ کاش! اس واقعہ سے مسلمانوں کے قلوب میں خوفِ خداوندی کی لہر پیدا ہو جائے اور وہ اللہ و رسول (عز و جل و ﷺ) کی نافرمانیوں کی پگڈنڈیوں میں بھٹکنے سے منہ موڑ کر صراطِ مستقیم کی شاہراہ پر چل پڑیں اور دونوں جہانوں کی سر بلندیوں سے سرفراز ہو کر عز و اکرام کی سلطنت کے تاجدار بن جائیں۔

﴿۷﴾ دنیا کی سب سے قیمتی گائے

یہ بہت ہی اہم اور نہایت ہی شاندار قرآنی واقعہ ہے۔ اور اسی واقعہ کی وجہ سے قرآن مجید کی اس سورۃ کا نام ”سورۃ بقرہ“ (گائے والی سورۃ) رکھا گیا ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت ہی نیک اور صالح بزرگ تھے اور ان کا ایک ہی بچہ تھا جو نابالغ تھا۔ اور ان کے پاس فقط ایک گائے کی بچھیا تھی۔ ان بزرگ نے اپنی وفات کے قریب اس بچھیا کو جنگل میں لے جا کر ایک جھاڑی کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ یا اللہ (عز و جل) میں اس بچھیا کو اس وقت تک تیری امانت میں دیتا ہوں کہ میرا بچہ نابالغ ہو جائے۔ اس کے بعد ان بزرگ کی وفات ہو گئی اور بچھیا چند دنوں میں بڑی ہو کر درمیانی عمر کی ہو گئی اور بچہ جوان ہو کر اپنی ماں کا بہت ہی فرمانبردار اور انتہائی نیکو کار ہوا۔ اس نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ میں سوتا تھا، اور ایک حصہ میں عبادت کرتا تھا، اور ایک حصہ میں اپنی ماں کی خدمت کرتا تھا۔ اور روزانہ صبح کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور ان کو فروخت کر کے ایک تہائی رقم صدقہ کر دیتا اور ایک تہائی اپنی ذات پر خرچ کرتا اور ایک تہائی رقم اپنی والدہ کو دے دیتا۔

ایک دن لڑکے کی ماں نے کہا کہ میرے پیارے بیٹے! تمہارے باپ نے میراث میں ایک بچھیا چھوڑی تھی جس کو انہوں نے فلاں جھاڑی کے پاس جنگل میں خدا (عز و جل) کی

امانت میں سوئپ دیا تھا۔ اب تم اس جھاڑی کے پاس جا کر یوں دعا مانگو کہ اے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق (علیہم السلام) کے خدا! تو میرے باپ کی سوئپ ہوئی امانت مجھے واپس دے دے اور اس بچھیا کی نشانی یہ ہے کہ وہ سیلے رنگ کی ہے۔ اور اس کی کھال اس طرح چمک رہی ہوگی کہ گویا سورج کی کرنیں اس میں سے نکل رہی ہیں۔ یہ سن کر لڑکا جنگل میں اس جھاڑی کے پاس گیا اور دعا مانگی تو فوراً ہی وہ گائے دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پاس کھڑی ہوگئی اور یہ اس کو پکڑ کر گھر لایا تو اس کی ماں نے کہا۔ بیٹا تم اس گائے کو لے جا کر بازار میں تین دینار میں فروخت کر ڈالو۔ لیکن کسی گاہک کو بغیر میرے مشورہ کے مت دینا۔ ان دنوں بازار میں گائے کی قیمت تین دینار ہی تھی۔ بازار میں ایک گاہک آیا جو درحقیقت فرشتہ تھا۔ اس نے کہا کہ میں گائے کی قیمت تین دینار سے زیادہ دوں گا مگر تم ماں سے مشورہ کئے بغیر گائے میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو۔ لڑکے نے کہا کہ تم خواہ کتنی بھی زیادہ قیمت دو مگر میں اپنی ماں سے مشورہ کئے بغیر ہرگز ہرگز اس گائے کو نہیں بیچوں گا۔ لڑکے نے ماں سے سارا ماجرا بیان کیا تو ماں نے کہا کہ یہ گاہک شاید کوئی فرشتہ ہو۔ تو اے بیٹا! تم اس سے مشورہ کرو کہ ہم اس گائے کو ابھی فروخت کریں یا نہ کریں۔ چنانچہ اس لڑکے نے بازار میں جب اس گاہک سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ ابھی تم اس گائے کو نہ فروخت کرو۔ آئندہ اس گائے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لوگ خریدیں گے تو تم اس گائے کے چمڑے میں سونا بھر کر اس کی قیمت طلب کرنا تو وہ لوگ اتنی ہی قیمت دے کر خریدیں گے۔

چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد بنی اسرائیل کے ایک بہت مالدار آدمی کو جس کا نام عامیل تھا۔ اس کے چچا کے دونوں لڑکوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو ایک ویرانے میں ڈال دیا۔ صبح کو قاتل کی تلاش شروع ہوئی مگر جب کوئی سراغ نہ ملا تو کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قاتل کا پتا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک گائے ذبح

کرو اور اس کی زبان یاد م کی ہڈی سے لاش کو مارو تو وہ زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کا نام بتا دے گا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل نے گائے کے رنگ، اس کی عمر وغیرہ کے بارے میں بحث و کرید شروع کر دی۔ اور بالآخر جب وہ اچھی طرح سمجھ گئے کہ فلاں قسم کی گائے چاہئے تو ایسی گائے کی تلاش شروع کر دی یہاں تک کہ جب یہ لوگ اس لڑکے کی گائے کے پاس پہنچے تو ہو بہو یہ ایسی ہی گائے تھی جس کی ان لوگوں کو ضرورت تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے گائے کو اس کے چمڑے میں بھر کر سونا اس کی قیمت دے کر خریدا اور ذبح کر کے اس کی زبان یاد م کی ہڈی سے مقتول کی لاش کو مارا تو وہ زندہ ہو کر بول اٹھا کہ میرے قاتل میرے چچا کے دونوں لڑکے ہیں جنہوں نے میرے مال کے لالچ میں مجھ کو قتل کر دیا ہے یہ بتا کر پھر وہ مر گیا۔ چنانچہ ان دونوں قاتلوں کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اور مرد صالح کا لڑکا جو اپنی ماں کا فرمانبردار تھا کثیر دولت سے مالا مال ہو گیا۔

(تفسیر الصاوی، ج ۱، ص ۷۵، پ ۱، البقرة: ۷۱)

اس پورے مضمون کو قرآن مجید کی مقدس آیتوں میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

ترجمہ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں۔ فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے گائے کیسی۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتا دے اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے، وہ ایک پیلی گائے ہے۔ جس کی رنگت ڈھڈھاتی دیکھنے والوں کو خوشی دیتی۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کرے وہ گائے کیسی ہے بے شک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے، بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں۔ بولے اب آپ ٹھیک